Surah al-Rahman Simple Explanation: An effort to understand the message of surah al-Rahman. By: Professor Dr. Dildar Ahmed Alvi

سورہ الرحمٰن کا پیغام:

# سورہ الرحمٰن کی سادہ تشریح

**عاجزانہ کاوش: پروفیسرڈاکٹر دلدار احمد علوی**

ابتدائیہ:

قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا اظہار ہے۔ اس نے انسان کو ایک ایسی فطرت پر پیدا فرمایا ہے کہ وہ ارادہ و اختیا ر کا حامل اور سوچنے سمجھنے اور اظہار کی قوت رکھتا ہے۔ یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی رہنمائی کی جائے۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا۔ بہت سے لوگ تصدیق کے بجائے تکذیب کا راستہ اختیار کرتے ہیں، کبھی ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے، اور کبھی لاعلمی اور کم فہمی کے باعث۔ خدائے رحمان نے اس سورہ میں ان دونوں قسم کی ذہنیتوں کو ایک مشفق و مہربان معلم کے طور پر بہ تکرار انفس و آفاق کے دلائل، ترہیب اورترغیب و تشویق کے ذریعے راہِ تکذیب ترک کرکے جادہ ءِ تصدیق کی طرف آنے کی دعوت دی ہے۔

تمام کائنات اللہ کے زیرِ فرمان ہے۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی باقی کائنات کی طرح اپنی زندگی کے ہر دائرے میں میزانِ عدل کومضبوطی کے ساتھ تھامے رکھے۔ وہ ارادہ و اختیار کا حامل ہونے کے باعث مکلف و مسئول ہے۔ اسے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب اسے اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ جو لوگ تکذیب کی روش اختیار کریں گے انھیں اپنے اعمال کی نوعیت کے مطابق مکافاتِ عمل کا سامنا کرنا ہوگا۔ اورجو لوگ تصدیق کی راہ پر چلیں گے، وہ اپنے اچھے اعمال کے عمدہ نتائج نعمتوں بھری جنتوں کی شکل میں دیکھیں گے۔ جنت اور جہنم قرآن کی مخصوص اصطلاحیں ہیں جن کا صحیح مفہوم متشابہات میں سے ہے۔

خوفِ آخرت اور اعمال کی جواب دہی کا احساس اس سورت کا ایک اہم مرکزی مضمون ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا، اس کے لئے دو باغ ہوں گے، جن میں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی۔ یہی نہیں بلکہ اور بھی دو باغ ہوں گے۔ گویا باغ در باغ۔ اجر و احسان کا لامتناہی سلسلہ۔ ---------- احسان کا بدلہ تو بس احسان ہی ہے۔

بڑا ہی بابرکت ہے آپ کے صاحبِ جلال اور صاحبِ اکرام رب کا نام۔

**سورہ ءِ رحمٰن کے پیغام کے چند مرکزی نکات:**

اللہ الرحمٰن ہے۔ یعنی بے حد و بے حساب مہربان۔ نزولِ قرآن اس کی رحمانیت کا ظہور ہے۔

اس کائنات کا ایک خدا ہے جس نے اس کائنات کو پیدا فرمایا ہے، یہ کائنات اور اس کی ہر ہر شے قوانینِ فطرت یعنی منشائے الٰہی کی پابند اور تابع ہے۔ خدا نے انسان کو ایک ایسی مخلوق کے طور

پر پیدا فرمایا ہے جو سوچنے سمجھنے اور اظہار و بیان کی قوت رکھتی ہے۔ لہٰذہ وہ اس با ت کا محتاج و متقاضی ہے کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔ چنانچہ، خدائے رحمان نے انسان کی اس ضرورت کی تکمیل کے لئے قرآن نازل فرمایا ہے۔

قرآن کا پیغام یہ ہے کہ انسان اپنے تمام تر معاملا ت میں عدل و انصاف پر قائم رہے۔اور کسی بھی حال میں میزانِ عدل میں خلل نہ واقع ہونے دے۔ وہ اللہ تعالٰ کی نعمتوں کو پہچانے اور ان کی قدر کرے۔

انسان ایک مکلف اور مسئول مخلوق ہے۔ اس سے اس کے اعمال کی جواب دہی کی جائے گی۔

مکافاتِ عمل سےفرار ممکن نہیں۔ قیامت کا دن آنا ہے جب انسان کے اعمال اپنی نوعیت ہے مطابق نتائج پیدا کریں گے۔ برے اعمال کا نتیجہ جہنم ہوگا جبکہ اچھے اعمال کا نتیجہ نعمتوں بھری جنتوں کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

**خلاصہ:**

وہ الرحمٰن (بے حد و بے حساب مہربان، جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں) ہے، جس نے یہ قرآن (نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے اپنے رسولﷺ کو) تعلیم کیا ہے۔(تاکہ وہ نوعِ انسانی کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ اس لئے کہ اس نے نوعِ انسانی کی تخلیق صاحبِ شعور مخلوق کے طور پر کی ہے۔ اور اسے سوچنے سمجھنے اور اظہار کی صلاحیت بخشی ہے۔ اس نے انسان کو جس فطرت پر پیدا فرمایا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔ سو، اس نے قرآن کریم نازل فرمایا۔ نزولِ قرآن نظمِ کائناتی کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو کائنات نامکمل رہتی۔

کائنات اور اس کی ہر شے منشائے الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کیئے ہوئے ہے۔ آسمان کے سورج اور چاند ہوں یا زمین کے نباتات و اشجار، سب اللہ کے مقررکردہ قانون کے پابند ہیں۔

کائنات اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ایک نظام کے تابع ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے کائناتِ سماوی کے اجسام و اجرام کو زمین کے اعتبار سے بلندی عطا کی، اور کائنات میں ہمہ گیر نظامِ توازن ودیعت فرمایا۔ اس کی منشا یہ ہے کہ انسان اس نظامِ توازن میں بگاڑ پیدا نہ کرے۔ اور یہ کہ اپنے تمام ترمعاملات میں عدل پر قائم رہے، اور کسی بھی حال میں خلافِ عدل نہ کرے۔ یہ ہے نزولِ قرآن کا نصب العین۔

اور یہ کہ زمین کو اس نے مخلوق کے لئے حسبِ حال بنایا ہے، جو ان کے مقصدِ وجود کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ اس میں ان کی ضرورت کی ہر شے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں۔ کسی کے لئے اللہ کی قدرتوں، شانوں، عنایتوں اور نعمتوں کی تکذیب اور انکار ممکن نہیں۔ قدرتیں اور نعمتیں اتنی زیادہ اور اتنی گوناگون ہیں کہ ان کا انکار کسی کے بس میں نہیں۔ چنانچہ، قرآن دوہرا دوہرا کر اللہ کی قدرتوں اور نعمتوں کی طرف انسانوں کو دعوتِ توجہ دیتا ہے، اورسوال کرتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں، شانوں اور نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انسان تکذیب کا راستا چھوڑ کر تصدیق کا راستا اختیار کرے۔

اُس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا جو سوکھ کر مٹی کے برتن کی طرح کھنکتی ہے۔ جبکہ جان (غیر مرئی قوت یا وجود) کو آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔ مشرق ہو کہ مغرب، سب اس کے دائرہٴ ربوبیت اور قبضہ ءِ اختیار میں ہیں۔

اللہ ہی نے زمین میں پانی کے دو بڑے ذخیرے (آبِ شیریں اور آبِ شور) جاری فرمائے ہیں۔ آپس میں ملتے ہیں۔ لیکن، ان کے درمیان ایک آڑ ہے، وہ اس سے تجاوز نہیں کرسکتے۔ ایک دوسرے پر غلبہ نہیں پاسکتا۔ اس سے واٹر سائکل بنتا ہے، جو میٹھے پانی (فریش واٹر، تازہ پانی) کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ سمندروں سے طرح طرح کے موتی (لولو اور مرجان) بھی نکلتے ہیں اور یہ نقل و حمل اور آمد و رفت کا عظیم ذریعہ بھی ہیں۔ [بارش، برف، دریا اور جھیلٰین وغیرہ میٹھے پانی کی عام شکلیں ہیں۔ سمندر جو عام طور پر کھاری ہیں، ان میں بھی میٹھے پانی کے انگنت وسیع ذخیرے پائے جاتے ہیں۔]

مگر دنیاکی ہر چیز عارضی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہے گی۔ پس، جو چیز فانی ہے اس سے دل کیا لگانا، اپنی توجہ کا مرکز اسے بنائو جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرو۔ وہی ہے جوکائناتِ ہستی کی ہر ہر مخلوق کی حاجت روائی فرماتا ہے ۔ اور، ارتقا پزیر کائنات کی ہر آن بدلتی ہوئی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان کرتا ہے۔ ارتقائے مسلسل ہر آن نئے تقاضے سامنے لاتا ہے، اور قدرتِ الٰہیہ بہ حسن و خوبی ان کی تکمیل کرتی ہے۔

انسان وہ مخلوق ہے جسے ارادہ و اختیار کی قوت دے کر باقی مخلوق سے ممتاز حیثیت دی گئی ہے، لہٰذہ یہ اپنے رب کے سامنے اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہے۔ اعمال کی جواب دہی اور مکافاتِ عمل سے فرار ممکن نہیں۔ انسان کے اخلاقی اعمال اپنی نوعیت (کیفیت اور کمیت) کے مطابق نتائج پیدا کریں گے۔

اگر تم نعمتوں کی تکذیب کی روش پر قائم رہے اور دعوتِ قرآنی کی مخالفت پر جمے رہے، تو نعمتوں سے محرومی تمھارا مقدر ٹھہرے گی۔ ایک دن آئے گا جب تمھیں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہ قیامت کا دن ہوگا۔ کائنات کا موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

پس، اس دن کسی سے اس کے گناہ کے متعلق سوال کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مجرم اپنی علامتوں ہی سے پہچان لئے جائیں گے۔ جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔ جبکہ وہ لوگ جو تصدیق کا راستا اختیار کریں گے اور اپنی زندگی اعمال کی جواب دہی کے احساس کے ساتھ بسر کریں گے، ان کے لئے طرح طرح کی نعمتوں سے معمور جنتیں ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نیک اعمال کا بدلہ نیک اجر ہوگا۔

نہایت ہی با برکت ہے صاحبِ جلال و اکرام رب کا نام۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ جلال بھی ہے، اور صاحبِ اکرام بھی۔ جلال: عظمت و کبریائی؛ اکرام: ہمہ گیر فضل و کرم۔

--------------------

**جان اور جن سے کیا مراد ہے؟**

یہ بات روایتی طور پر مانی جاتی ہے کہ جان یا جن سے مراد انسانوں سے ہٹ کر ایک مخلوق ہے۔ عربی زبان میں لغوی اعتبار سے ’جن‘ کا معنی نظروں اور حواس سے پوشیدہ ہونا ہے۔ ایک نظریہ کے مطابق ملائکہ کا شمار بھی جنوں میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ بھی نظروں سے پوشیدہ مخلوق ہیں۔

اس اعتبار سے تمام ملائکہ جن ہیں جبکہ تمام جن ملائکہ نہیں ہیں۔ ایک اور نظریہ کے مطابق لفظ جن کا اطلاق ملائکہ پر نہیں ہوتا۔

اس بات سے قطع نظر کہ ’جن‘ نام کی کوئی مخلوق اپنا وجود رکھتی ہے یا نہیں، لفظ جن دوسرے مفاہیم میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ مثلاً، انسانی شخصیت ہی کا وہ پہلو جو سرکشی یا آتش مزاجی کی صورت میں اپنا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح، غیرمانوس اور اجنبی لوگ، یا وہ غیر مہذب لوگ جو شہروں میں کبھی کبھار ہی نظر آتے ہیں، وغیرہ۔

قرآن میں ہے کہ جن یا جان کی تخلیق آگ سے یا بے دھوئیں کی آگ کے خالص شعلے سے ہوئی ہے۔

آگ ایک تیز تکسیدی عمل (آکسیڈیشن پروسس) ہے۔ آگ کا شعلہ چند مادی اشیا اور توانائی پر مشتمل ہوتا ہے۔ مادی اشیا میں زیادہ تر کاربن ڈائی آکسائیڈ، آبی بخارات اور ہوا کی گیسیں نائٹروجن اور آکسیجن شامل ہیں۔ جبکہ، تونائی حرارت اور روشنی (برقی مقناطیسی شعاعوں) پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس اعتبار سے آگ کے خالص شعلے سے مراد توانائی ہوگی۔ لہٰذہ، کہا جا سکتا ہے کہ جنوں کی تخلیق توانائی سے ہوئی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں آگ سے مراد یہ دنیا کی آگ یا توانائی نہ ہو بلکہ اس کی نوعیت اور اصل کچھ اور ہو اور صرف بات سمجھانے کے لئے آگ یا بے دھوئیں کی آگ یا آگ کے خالص شعلے جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کم از کم کچھ مقامات پر جان یا جنوں کے آگ سے پیدا کئے جانے کے الفاظ مجازی معنوں میں ہوں یعنی انسانی شخصیت کا سرکش پہلو گویا آگ سے بنا ہوا ہے، یا پیغامِ قرآنی کے سرکش مخالفین آتشیں مزاج کے حامل ہیں۔ وغیرہ۔

اب سوال یہ کہ سورہ الرحمٰن میں جان اور جن کے الفاظ کن معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ روایتی تعبیر کے مطابق ان سے مراد ایک غیر مرئی مخلوق ہے جو انسانوں سے مختلف ہے، اور انسانوں کی طرح ارادہ و اختیار کی قوت رکھتی ہے۔ تاہم، غیر روایتی طور پر ان سے دوسرے معنے لئے جاسکتے ہیں جن کا تعین سیاق و سباق سے کیا جائے گا۔

**جنت اور جہنم کی نقشہ کشی اور ڈِسکریپشن:**

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن میں قیامت، آخرت اور جنت و جہنم کی جو ڈسکریپشن ہے وہ کلامِ مجازی ہے۔ انسان کے جانے پہچانے استعاروں اور تمثیلوں اور ذخیرہ ءِ الفاظ (ووکیبولری) میں ایک ایسی دنیا کی نقشہ کشی کی گئی ہے جو ہماری موجودہ دنیا سے بالکل مختلف ہوگی۔ یہ مادی اور طبیعی دنیا ہے جبکہ وہ روحانی اور ماورائے طبیعاتی دنیا ہوگی۔ دونوں کے زمان و مکان الگ الگ اور ابعاد اور قرب و بُعد کے پیمانے جدا جدا ہیں۔ قرآن مجید کی وہ آیات جن میں جہانِ آخرت کے احوال اور کیفیات بیان کی گئی ہیں اس کتابِ ہدایت کی اپنی درجہ بندی کے مطابق متشابہات سے تعلق رکھتی ہیں (سورہ آلِ عمران)۔ ان کا ٹھیک ٹھیک معنی و مفہوم صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

Surah Al-Rahman سورہ الرحمٰن

اللہ کے نام سے ابتدا جو بے حد مہربان ہمہ وقت رحمت فرمانے والا ہے۔

| |
|---|
| الرَّحْمَٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿٤﴾ |
| وہ الرحمٰن (بے حد و بے حساب مہربان، جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں) ہے، جس نے یہ قرآن (نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے اپنے رسولﷺ کو) تعلیم کیا ہے۔(اس لئے کہ) اس نے نوعِ انسانی کی تخلیق (صاحبِ شعور مخلوق کے طور پر) کی ہے۔ (اور) اسے سوچنے سمجھنے اور اظہار کی صلاحیت بخشی ہے۔ (اس نے انسان کو جس فطرت پر پیدا فرمایا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔ سو، اس نے قرآن نازل فرمایا)۔ |
| دوسرے لفظوں میں، وہ خدائے رحمان ہے جس نے یہ قرآن اپنے رسول ﷺ کو سکھایا تاکہ آپ نوعِ انسانی کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے نوعِ انسانی کی تخلیق ایک سوچنے سمجھنے والی مخلوق کے طور پر کی ہے اور اسے اظہار کی قوت بخشی ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔ چنانچہ، اس نے قرآن نازل فرمایا۔<br>ممکنہ طور پر یہاں، انسان سے نوعِ انسانی مراد ہے۔<br>نزولِ قرآن نظمِ کائناتی کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو کائنات نامکمل رہتی۔ |

Surah Rahman سورہ الرحمٰن

| |
|---|
| الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿٦﴾ |
| (کائنات اور اس کی ہر شے منشائے الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کیئے ہوئے ہے۔ چنانچہ) سورج اور چاند اس کے مقرر کردہ نظام کے پابند ہیں، اور جڑی بوٹیاں اور تنے دار درخت اس (کے ودیعت کردہ قانون) کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ |
| آسمان کے سورج اور چاند ہوں یا زمین کے نباتات و اشجار، سب اللہ کے مقررکردہ قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ قوانینِ فطرت (لاز آف نیچر) اللہ تعالیٰ کے ودیعت کردہ ہیں۔ کائنات کی ہر چیز ان کے تابع ہے۔<br>النجم: بے تنے کی جڑی بوٹیاں، بیلیں وغیرہ جو زمین پر پھیلتی ہیں۔ ستارہ۔ اس کے علاوہ یہ اور بھی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ الشجر: تنے دار درخت۔ |

Surah Rahman سورہ الرحمٰن

| |
|---|
| وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴿٧﴾ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴿٨﴾ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴿٩﴾ |
| (کائنات اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ایک نظام کی پابند ہے)،اور یہ کہ اس نے کائناتِ سماوی (کے اجسام و اجرام) کو بلندی عطا کی، اور (کائنات میں) ہمہ گیر نظامِ توازن ودیعت فرمایا۔ اس کی منشا یہ ہے کہ (اے انسانو!) تم اس نظامِ توازن میں بگاڑ پیدا نہ کرو۔ اور یہ کہ اپنے معاملات میں عدل پر قائم رہو، اور کسی بھی حال میں خلافِ عدل نہ کرو۔ (یہ ہے نزولِ قرآن کا نصب العین)۔ |
| میزان: میزانِ عدل، نظامِ توازن، ترازو۔ |

| |
|---|
| وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ﴿١٠﴾ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ﴿١١﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٣﴾ |
| اور یہ کہ زمین کو اس نے مخلوق کے لئے (مناسبِ حال) بنایا ہے۔ اس میں (طرح طرح کے) پھل ہیں، اور غلاف دار کھجوریں۔ اوربُھس دارا ناج ہے (چھلکوں اور پتوں میں محفوظ)، اور خوشبودار پودے۔ (یہ سب تمھارے رب کی قدرت اور رحمت کے مظاہر ہیں)۔ پس، تم (اے مرد و زن) اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔ |
| زمین اپنے اوپر رہنے بسنے والی مخلوق کے مقصدِ وجود کے ساتھ مطابقت میں ہے۔ ’’پس، تم (اے مرد و زن) اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے‘‘ میں تثنیہ کے صیغے استعمال ہوئے ہیں( ربکما، تکذبان)۔ یعنی اس کے دو مخاطب ہیں۔ ممکنہ طور پر یہ دو مخاطب مرد و زن ہیں۔ روایتی طور پرجن و انس مراد لئے جاتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اگرچہ صیغے تثنیہ کے استعمال ہوئے ہیں، مگر خطاب صرف انسان سے ہو، عرب اپنی زبان میں ایسا استعمال کر لیتے ہیں (تفسیرِ مظہری)۔ یعنی اے انسانو!---------<br>آئو تکذیب کا راستا چھوڑ کر تصدیق کا راستا اختیار کرو۔ |

Surah Rahman سورہ الرحمٰن

| |
|---|
| خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴿١٨﴾ |
| اُس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا جو سوکھ کر مٹی کے برتن کی طرح کھنکتی ہے۔ اور جان (غیر مرئی قوت یا وجود) کو آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔ وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور وہی دونوں مغربوں کا رب۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔ |
| انسان کی تخلیق یعنی انسان کی جسمانی تخلیق۔ یا یہ کہ انسان جبلی طور پر، اپنے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے، ایک طرح کی سوکھی مٹی (صلصال) کی طرح ہے جو مٹی کے برتن (فخار) کی طرح کھنکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ گویا، اس میں انسان کی اظہاروبیان کی صلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔<br>آگے لفظ جان استعمال ہوا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ لُغوی معنی ہے: غیر مرئی،مخفی، خفیہ، نادیدہ، نظر نہ آنے والی مخلوق، موجودات یا قوتیں۔ اس کا اطلاق اجنبی اور غیر مانوس لوگوں،اور غیر مہذب لوگوں پر بھی ہوتا ہے۔ ممکن ہے یہاں یہ انسان ہی کے کسی پہلو کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ مثلاً، اس کے مزاج کے انحرافی پہلو کی طرف۔ یعنی، نفسِ سرکش جو ہدایتِ ربانی سے بغاوت کرتا ہے، وہ گویا آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے۔ انسان مٹی کا پتلا ہے لیکن اس کا نفسِ سرکش گویا آگ کےشعلے سے بنا ہے۔ صلصال: وہ کیچڑ، جیسا کہ دریائوں وغیرہ کے کنارے ہوتا ہے، جو جب سوکھ جاتا ہے تو اوپر چلنے سے ٹوٹتا اور آواز پیدا کرتا ہے۔ یہ صل الباب کےمحاورے سے ہے یعنی دروازے پر دستک دینا، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صل اللحم (گوشت متغیر ہوگیا، گل |

سڑگیا) کے محاورے سے ہو۔ الفخار: بہت فخر کرنے والا۔ مٹی کا برتن، گھڑا جو ٹھوکر لگانے سے کھن کھن بجتا ہے، گویا اظہارِ فخر کرتا ہے۔ مارِج: بھڑکتی ہوئی بے دھوئیں کی خالص آگ۔ انسان میں اطاعت اور بغاوت دونوں کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ (فالھامھا فجورھا وتقویٰھا)۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ ہدایتِ ربانی کے سامنے اپنی کس صلاحیت کو بروئے عمل لاتا ہے۔ تصدیق کی راہ چنتا ہے یا تکذیب کی۔

مشرق ہو کہ مغرب، سب اللہ ہی کے دائرہ ءِ ربوبیت اور قبضہ ءِ اختیار میں ہیں، مشرق اپنی ساری وسعت کے ساتھ اور اسی طرح مغرب اپنی ساری وسعت کے ساتھ ۔ کوئی چیز اللہ کے دائرہ ءِ اختیار سے باہر نہیں۔ سورج کے گرد زمین کی مداری گردش اور اپنے گرد اس کی محوری گردش اور اپنے مدار پر اس کا ایک طرف کو جھکائو، یہ وہ نظام ہے جو رات دن اور سال کے موسم پیدا کرتا ہے۔ رات اور دن کے بدلتے ہوئے دورانیئے، گرمی سردی خزاں بہار۔ ہر موسم کا اپنا رنگ، اپنی خصوصیات اور پھل پھول پودے۔ یہ ایک طرف تو اللہ کی قدرت کا اظہار ہے اور دوسری طرف انسان کے لئے بے پایاں نعمت۔

Surah Rahman سورہ الرحمٰن

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ
وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ﴿٢٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٢٥﴾

اسی نے پانی کے دو بڑے ذخیرے جاری فرمائے ہیں۔ آپس میں ملتے ہیں۔ لیکن، ان کے درمیان ایک آڑ ہے، اس سے تجاوز نہیں کرسکتے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔

دونوں سے (طرح طرح کے) چھوٹےاور بڑے موتی برآمد ہوتے ہیں۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔

اسی کے اختیار میں ہیں وہ جہاز بھی جو سمندر میں پہاڑوں کی مانند اٹھے ہوتے ہیں۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔

بحر: پانی کا بڑا ذخیرہ، چاہے دریا ہو یا سمندر۔ یہاں ممکنہ طور پر پانی کی دو قسمیں مراد ہیں، آبِ شیریں اور آبِ شور یعنی میٹھا اور نمکین پانی۔ بارش، برف، دریا اور جھیلیں وغیرہ آبِ شیریں کی عام شکلیں ہیں جبکہ سمندر کھارے پانی کا ذخیرہ ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سمندر کے اندر میٹھے پانی کے بے شمار ذخیرے پائے جاتے ہیں۔

یہ نظام (واٹر سائیکل، آبی چکر) تمھیں تازہ اورمیٹھے پانی کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے، اور دنیا کے سارے پانی کو کھاری بننے سے روکتا ہے۔

دونوں آبی ذخیروں سے طرح طرح کے چھوٹے بڑے موتی نکلتے ہیں۔ لولو چھوٹے موتی، مرجان بڑے موتی، مرجان کا ایک معنی مونگا (انگریزی کورل) کیا گیا ہے۔ یہ رنگ برنگے سمندری جاندار ہیں جن سے نہایت قیمتی موتی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ لولو اور مرجان تمھارے جمالیاتی ذوق کی تسکین بھی کرتے ہیں اور ان میں تمھاری معیشت کا سامان بھی ہے۔

اسی کا مقررکردہ نظام ہے جوپانیوں میں لولو اور مرجان کے بننے کو ممکن بناتا ہے۔

| |
|---|
| اسی کا قانونِ قدرت ہے جس نے عظیم الجثہ جہازوں کا سمندروں میں چلنا ممکن بنایا ہے<br>سمندری جہاز، تجارتی سامان کی نقل و حمل کا بہت اہم ذریعہ ہیں۔ عہدِ حاضر میں ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ |

سورہ الرحمٰن Surah Rahman

| |
|---|
| **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴿٢٨﴾ يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٠﴾** |
| (دنیاکی ہر چیز عارضی ہے۔) جو بھی روئے زمین پر ہے اس نے فنا ہونا ہے، صرف آپ کے رب کی صاحبِ جلال و اکرام ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں اور شانوں کی تکذیب کرو گے۔<br>جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، اپنی حاجات اسی سے مانگتے ہیں۔ وہ ہر آن ایک نئی شان میں جلوہ گری فرماتا ہے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی شانوں کی تکذیب کرو گے۔ |
| دنیاکی ہر چیز عارضی ہے۔ سو، روئے زمین کی ہر شے نے بھی بالآخر فنا ہونا ہے، صرف رب کائنات کی صاحبِ جلال و اکرام ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔ جو چیز فانی ہے اس سے دل کیا لگانا، اپنی توجہ کا مرکز اسے بنائو جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرو۔<br>جلال: عظمت و کبریائی، غلبہ و تسلط ۔ اکرام: ہمہ گیر فضل و کرم، کرامت و بزرگی۔ وہ صاحبِ جلال ہے، مگر صاحبِ اکرام بھی ہے۔ اس کی عظمت و کبریائی کی کوئی انتہا نہیں، اور اس کا فضل و کرم بھی بے حد و بے حساب ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ایک طرف تو اس کی ناراضگی سے بچیں اور دوسری طرف اس کے فضل و کرم کی امید کا چراغ ہمیشہ روشن رکھیں۔<br>آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق اپنی زندگی، بقا اور نشوونما کے لئے اسی پر انحصار رکھتی ہے۔ ہر شے زبانِ حال سے یا زبانِ قال سے اپنی حاجات اسی سے مانگتی ہے۔ وہ ہر آن ایک نئی شان میں جلوہ گری فرماتا ہے۔ یعنی، وہی ہے جوکائناتِ ہستی کی ہر ہر مخلوق کی حاجت روائی فرماتا ہے ۔ اور، ارتقا پزیر کائنات کی ہر آن بدلتی ہوئی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان کرتا ہے۔ ارتقائے مسلسل ہر آن نئے تقاضے سامنے لاتا ہے، اور قدرتِ الٰہیہ بہ حسن و خوبی ان کی تکمیل کرتی ہے، ہر چیز کی بقا اور نشوونما کا سامان وہی کرتا ہے۔ ہر شے اپنی بقا اور نشوونما کے لئے اسی پر انحصار رکھتی ہے۔ |

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ﴿٣١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٢﴾ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ﴿٣٣﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ
وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ﴿٣٥﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٦﴾ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ
آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾يُعْرَفُ
الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٢﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا
الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٥﴾

اے وہ کہ جنھیں ارادہ و اختیار کی قوت دے کر باقی مخلوق سے ممتاز حیثیت دی گئی ہے !
عنقریب تمھیں اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے ہمارے سامنے پیش ہونا ہوگا۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔
اے گروہِ جن و انس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکل سکتے ہو تو نکل جائو۔ تم نہیں نکل سکو گے بجز اس کے کہ جہاں بھی جائو گے اللہ ہی کی سلطنت ہوگی۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔
(اگر تم تکذیب کی روش پر قائم رہے تو) تمھارے اوپر (مکافاتِ عمل کی ) آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، سو تم خود کو بچا نہ سکو گے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سے قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔
پھر جب آسمان شق ہوکر سرخ ہو جائے گا جیسے سرخ تیل (اس دن ہر ایک کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔
پس، اس دن کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق سوال کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ کسی جن سے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔ مجرم اپنی علامتوں ہی سے پہچان لئے جائیں گے۔ پس، انھیں پیشانی کے بالوں اور پائوں سے پکڑ لیا جائے گا (اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔ (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جہنم جس کی مجرم تکذیب کرتے رہے تھے۔ (ان کا حال یہ ہوگا کہ) وہ اس جہنم اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے۔

’اے وہ کہ جنھیں ارادہ و اختیار کی قوت دے کر باقی مخلوق سے ممتاز حیثیت دی گئی ہے‘ لفظ ثقلین کا تشریحی ترجمہ ہے۔ ثقلین ثَقَل کا تثنیہ ہے۔ ثقل کا معنی ہے بھاری چیز۔ اس کا استعمال اہم اور قدر و قیمت کی حامل چیز کےلئے بھی ہوتا ہے۔ یہاں ثَقَلین سے ممکنہ طور پر مرد و زن مراد ہیں۔ جو چیز انسانوں کو باقی مخلوق سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کی ارادہ و اختیار کی قوت ہے۔ فری وِل۔ یہی وہ وصف ہے جو انسان کو مکلف اور مسئول بناتا ہے۔
اگر تم بغاوت کی روش اختیار کرو گے تو اپنے اعمال کی نوعیت کے مطابق ان کے نتائج کا سامنا کرو گے۔ جن و انس سے ممکنہ طور پر قرآن کے طاقتور مخالفین اور عام لوگ مراد ہیں۔

شواظ: آگ کا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ نحاس: دھواں، بے لپٹ کا کالا دھواں۔ اس کا ایک معنی پگھلا ہوا تانبا بھی ہے۔
جب آسمان شق ہوگا: ممکنہ طور پر قربِ قیامت کے موقع پر کائناتی نظام میں ہونے والے تغیر و تبدل کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کائنات یا کائنات کا یہ حصہ جس میں ہماری زمین ہے اپنے اختتام کو پہنچے گا۔ آج جو فضائے آسمانی نیلگوں ہے، سرخ ہو جائے گی۔ پھر ایک نئی دنیا ایک نیا جہان قائم کیا جائے گا۔ وردہ: گلاب کے رنگ کی طرح، سرخ؛ دِھان: دُھن کی جمع، روغنِ زیتون، تیل۔ اس کا ایک معنی سرخ چمڑا بھی کیا گیا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کالدِّھان کائنات کی دوسری خبر ہو، اس صورت میں معنی یہ ہوگا: جب آسمان شق ہو کر گلاب کی طرح سرخ اور تیل کی طرح پگھل جائے گا۔۔۔۔۔ (تفسیرِ مظہری)۔
اٰن: کھولتا ہوا پانی۔
یہ آخرت کے احوال کا تمثیلی اور علامتی اظہار ہے۔ آخرت ایک مختلف دنیا ہوگی۔ یہ دنیا جس میں آج ہم رہتے ہیں اس کے اپنے زمان و مکان اور ابعاد و جہات ہیں۔ آخرت اپنی نوعیت (نیچر) کے اعتبار سے کس طرح کی ہوگی، اس کا تصور ہم آج نہیں کر سکتے۔ اسے کسی حد تک تمثیلوں اور علامتوں ہی کے ذریعے بیان کیا جاسکتا ہے۔ سو، بیان کیا جا رہا ہے۔ ان آیات کے بیان کو لفظی معنوں میں نہیں لیا جا سکتا۔ انسان کے اخلاقی اعمال اپنی نوعیت (کیفیت و کمیت) کے مطابق نتائج پیدا کریں گے۔

سورہ الرحمٰن Surah Rahman

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٧﴾ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٤٩﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ﴿٥٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥١﴾ فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴿٥٢﴾ فَبِأَيِّ
آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٥٥﴾ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾ كَأَنَّهُنَّ
الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٦١﴾

اور جو کوئی اس بات سے ڈرتا رہا کہ ایک دن اسے اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونا ہے تو اس کے لئے دو باغ ہوں گے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
دونوں باغ بکثرت (پھل دار) ٹہنیوں والے ہوں گے (گھنے اور شاداب)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
ان دونوں کے اندر دو چشمے جاری ہوں گے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
اہلِ جنت ایسے بچھونوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر (تک) استبرق ( نہایت اعلٰی ریشم) کے ہوں گے۔ اور دونوں باغوں کے پھل (ان کے لئے) نیچے جھکے ہوں گے (کہ انھیں توڑنے کے لئے کسی مشقت کی ضرورت نہ ہوگی)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
ان میں ایسی نیچی نگاہ والیاں ہوں گی جنھیں اس سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔

وہ ایسی ہوں گی گویا یاقوت اور مرجان ہوں (پاکیزہ، صاف و شفاف)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
احسان کا صلہ تو بس احسان ہی ہو گا۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔

---

ان دو باغوں سے کیا مراد ہے؟ ممکن ہے اخروی انعام کی وسعت، کثرت و تعدد اور تنوع (ملٹی پلی سیٹی) کے اظہار کے لئے یہ اندازِ بیان اختیار کیا گیا ہو۔ ہر طرح کی نعمتیں اور نعمتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ۔ لیکن اگر دو کا لفظ لغوی مفہوم میں ہے تو اس کی تشریح کرنے کی ضرورت ہوگی۔
بعض اہلِ علم کے نذدیک اس سے مراد جنتِ دنیا اور جنتِ آخرت ہے۔ یعنی جو لوگ آخرت کی جواب دہی کے احساس کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے ہیں، ان کی دنیا بھی نمونہ ءِ جنت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی انھیں نعمتوں بھری جنتیں نصیب ہوں گی۔ جنت اپنے آخری نتیجے کے اعتبار سے مسرتِ حقیقی کے بلند مرتبے کا نام ہے۔ [جس کی انتہا اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کا دیدار ہے۔]
طرح طرح کے پھلوں سے بھرے، گھنے اور سرسبز و شاداب باغ۔ پھل بھی، نظارے بھی اور رحمتِ خداوندی کی ٹھنڈی چھاؤں بھی۔ افنان، فنن کی جمع، شاخیں، ٹہنیاں، پتے اور پھل پھول ٹہنیوں پر ہی لگتے ہیں، یہی اپنے برگ و بار کے ساتھ درخت کی چھاؤں کی وجہ بنتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ افنان فن کی جمع ہو، اس صورت میں افنان کا معنی ہوگا رنگا رنگ اور طرح طرح کی چیزیں۔ یعنی باغوں میں رنگا رنگ کی بکثرت نعمتیں ہوں گی۔
ہر باغ میں اللہ کی عنایات کے رواں دواں چشمے، باغ کی دائمی سیرابی اور شادابی کی ضمانت۔
ان میں ہر طرح کے پھلوں کی دو دو قسمیں ہوں گی۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
نتائجِ اعمال کے قسم قسم کے پھل۔ رنگ، شکل، خوشبو، ذائقہ، تاثیر کے ہر پہلو سے منفرد۔
بچھونوں کے استر جو نیچے چُھپے ہوتے ہیں اتنے اعلیٰ ریشم کے بنے ہوں گے تو ان کے اوپر کے حصے (ابرے) کی شان کیا ہوگی۔ جو نعمت ہوگی وہ مکمل ہوگی۔ باطن اور ظاہر سب کچھ ہی اعلیٰ ہوگا۔ درختوں کے پھل بلندی پر دور اٹھے ہوئے نہیں بلکہ سروں پر لٹک رہے ہوں گے، جنھیں توڑنے کے لئے کسی مشقت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ان سے لذت یاب ہونے کے لئے ان کا بس تصور ہی کافی ہوگا۔ راحت و استراحت کا پورا سامان۔
فیھن: جنت کی قیام گاہوں میں، یا جنت کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ.........، قٰصِرٰت قاصِرہ کی جمع ہے، (نظر کو غیر سے) روکنے والیاں، پاکدامن۔
جنت کے ہمدم پاکیزہ کرداراور پیکرانِ صدق و صفا ہوں گے۔ شرم و حیا ایک کوالٹی ہے، اور کسی نے چھوا نہ ہو یہ دوسری کولٹی ہے۔ جنت کے ہم نشینوں میں یہ دونوں کوالٹیز بدرجہ ءِ اتم موجود ہوں گی۔ یاقوت و مرجان: عمدہ اور قیمتی موتیوں کی اقسام۔ صاف و شفاف، پیکرانِ صدق و صفا۔
جنتی معاشرے کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے، وہ اصل میں یہاں، اس دنیا میں، تشکیل دیا جانا مقصود ہے۔ سورہ ءِ رحمٰن دنیا کی انسانی معاشرت کے لئے عملی پروگرام دے رہی ہے۔ انسانی معاشرہ کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیئے۔ ہم یہاں کیسے زندہ رہیں اور رہیں بسیں۔ (ہر معاملے میں جب میزان کو بلند رکھیں گے تو جنتی معاشرہ وجود میں آئے گا۔)، جہاں تک آخرت کی زندگی کا تعلق ہے وہ اس دنیا کی زندگی سے اس قدر مختلف ہوگی کہ اسے ہم اپنے ذہنی و تمدنی ارتقا کی موجودہ سطح پرسمجھ ہی نہیں سکتے۔ قرآن کے اپنے الفاظ میں اس کا بیان (ڈسکرپشن) متشابہات میں سے ہے (سورہ آلِ عمران)۔ وہ روحانی اور ماورائے مادہ جہان ہے، نہ وہاں کی منزلیں یہاں کی منزلوں کی طرح اور نہ وہاں کے راستے یہاں کے راستوں کی طرح۔ وہ ایک الگ ہی دنیا

ہوگی، اس خاکی دنیا کو اس نورانی دنیا سے کیا نسبت۔ مذکر و موئنث یہاں کی چیزیں ہیں، افزائشِ نسل یہاں کی ضرورت ہے۔ یہاں کے معاملات کو آخرت کے معاملات پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں بالکل مختلف دنیائیں ہیں۔
احسان: نیکی، اچھائی۔ حسن کارانہ طرزِ عمل؛ اچھے اعمال کا صلہ اچھا ہی ہوگا۔ اوپر جو جنت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، یہ گویا اس کا نچوڑ ہے۔

اللہ کی نعمتیں بے حد و بے حساب ہیں۔

سورہ الرحمٰن Surah Rahman

وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴿٦٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٥﴾ فِيهِمَا
عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ ﴿٦٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٧﴾ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٦٩﴾ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ﴿٧٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧١﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴿٧٢﴾ فَبِأَيِّ
آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴿٧٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَى رَفْرَفٍ
خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٧﴾ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

اور، ان دو کے علاوہ اور بھی دو باغ ہوں گے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
دونوں نہایت گھرے سبز (ہرے بھرے، سرسبز و شاداب)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
ان میں دو چشمے ہوں گے ابلتے ہوئے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
ان میں (قسم قسم کے) پھل، کھجور اور انار ہوں گے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
ان میں ہوں گی پیکرانِ خیر و خوبی (نیک خُو، نیک رُو)۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
پاکیزہ ہمدم (شرم و حیا کے) خیموں میں پردہ نشیں۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ ان کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
وہ سبز بچھونوں اور منقش نفیس مسندوں پرتکیے لگا ئے بیٹھے ہوں گے ۔ پس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔
نہایت ہی با برکت ہے آپ کے صاحبِ جلال و اکرام رب کا نام۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں۔ ’اور بھی دو باغ ہیں‘ میں ممکنہ طور پر نعمتوں کی وسعت اور کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو آخرت کے احساس کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے طرح طرح کی نعمتوں سے بھرے باغ در باغ ہوں گے۔ اللہ کے فضل و کرم اور انعام و اکرام کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوگا۔

مُدْهَامَّتَانِ: گہرے سبز کہ ہرے پن کی شدت سے سیاہی مایل نظر آتے ہیں، ڈارک گرین، سرسبز و شاداب ہونے کی طرف اشارہ ہے، گویا پانی کی فراوانی ہوگی جس سے مسلسل سیرابی نے انھیں گہرا سبز کیا ہوا ہو گا۔
نضّاخَتان: جوش سے اچھلتے ہوئے۔

پھلوں کے عمومی ذکر کے بعد دو پھلوں، کھجور اور انار، کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک گرم علاقوں کا پھل ہے اور دوسرا سرد علاقوں کا۔ ایک کا غالب یا عمومی استعمال بطورِ غذا ہے اور دوسرے کا بطورِ پھل اور دوا۔ گویا، یہ نمائندہ پھل ہیں۔
خیرات: سیرت و اخلاق اور قلب و باطن کی خوبی والیاں، حِسان: شکل و صورت کی خوبی والیاں۔
حُور: اَحوَرُ اور حَورا کی جمع ہے۔ مذکر اور موئنث دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آنکھ کے سفید حصے کا بہت سفید اور سیاہ حصے کا بہت سیاہ ہونا، اس چیز کو آنکھ کی انتہائی خوبصورتی سمجھا جاتا ہے۔ یہ خوبصورت اور پاکیزہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مقصورات: قصر سے ہے، روکنا، نظر کو غیر سے روکنا۔ اپنی نگاہ اپنے ہمدم پر رکھتی ہیں، غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں۔ وفادار۔
رفرف: بچھونا، چاندنی، قالین، ایک قسم کا نفیس کپڑا؛ عبقری: عمدہ، نفیس، نقش و نگار سے آراستہ۔

اللہ تعالیٰ صاحبِ جلال بھی ہے، اور صاحبِ اکرام بھی۔ جلال: عظمت و کبریائی؛ اکرام: ہمہ گیر فضل و کرم۔